Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 02, **Issue** 02, July-December 2023, **PP**: 298-309
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

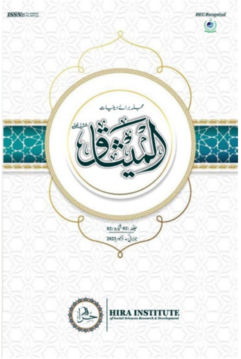

قیدوبند کے احکام شرعی ووضعی قوانین کے تناظر میں

The Islamic Concept of Imprisonment in the Perspective of Legal Laws

1. Muhammad Sajid muhammad.sajidldr@gmail.com	*Ph.D Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Muhammad Javed Mustafa javed.mustafa@gmail.com	*Research Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite: Muhammad Sajid and Muhammad Javed Mustafa. 2023: "The Islamic Concept of Imprisonment in the Perspective of Legal Laws". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 2 (02):298-309.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
01-12-2023	20-12-2023	31-12-2023

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

قیدوبند کے احکام شرعی ووضعی قوانین کے تناظر میں

The Islamic Concept of Imprisonment in the Perspective of Legal Laws

1. **Muhammad Sajid**
   Ph.D Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
   muhammad.sajidldr@gmail.com

2. **Muhammad Javed Mustafa**
   Research Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
   javed.mustafa@gmail.com

Abstract:

Islām, renowned for its ethos of mercy, places a paramount emphasis on justice and kindness, encapsulating the essence of the religion. In *Islām*, equality prevails among men and women, the affluent and the impoverished, and the needy and the prosperous. The Prophet Muḥammad (ﷺ) unequivocally condemned cruelty to animals, echoing the compassionate principles of *Islām*. Furthermore, *Islām* instills a profound respect for humanity, establishing defined limits even for prisoners, thereby upholding their dignity. This paper scrutinizes the multifaceted aspects of punishment within the *Islāmic* framework, exploring its meanings, types, *Islāmic* boundaries, and various modalities. The focus extends to the humane treatment of prisoners as dictated by *Shari'ah*, emphasizing the significance of respecting their humanity. The study also proffers suggestions for the reform of prison systems, aligning with *Islāmic* principles and contemporary perspectives on justice and rehabilitation.

Keywords: *Human Dignity, Punishment, Prison Reform, Justice, Humane Treatment.*

تمہید

اسلام سراپا رحمت اور شفقت پر مبنی مذہب ہے جس میں عدل واحسان کی بارہا تاکید کی گئی ہے۔ ظلم وجبر، ناحق مار پیٹ، ستانا اور کسی کو خواہ مخواہ پریشان کرنا اسلام میں جائز نہیں۔ اسلام کی نظر میں مرد وعورت امیر وغریب، تنگدست وغنی سب برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں۔ اس لیے کسی امیر کو غریب سے ناروا سلوک کی اجازت نہیں اور نہ ہی کسی صاحبِ اقتدار کو بے کس ولاچار پر طاقت استعمال کرنے کا حق ہے۔ مزید برآں جانی دشمنوں کے ساتھ بھی کوئی ایسا معاملہ کرنے کی اجازت نہیں جو انسانیت کے خلاف ہو مثلاً مثلہ کرنا، جلانا، پیاس سے تڑپانا، غیر انسانی سزا دینا وغیرہ ۔ ایک فرد کو انسانیت کے ناطے جن چیزوں کی ضرورت ہے اسے بہر حال فراہم کی جائیں گی جیسے پیٹ بھر کھانا، پیاس بجھانے کے لیے پانی اور لباس وغیرہ۔ لہٰذا قیدیوں کو بھوکا، پیاسا رکھنا، یا بے لباس کرنا جائز نہیں۔ قیدیوں کو بجلی کے جھٹکے لگانا، ان پر کتے چھوڑنا، سخت ٹھنڈ میں برف کی سلوں پر ڈال دینا، حد سے زیادہ مار پیٹ، مسلسل جاگنے پر مجبور کرنا یا ان کی رہائش میں تیز روشنی اور تیز آواز کا انتظام کرنا شرعاً درست معلوم نہیں ہوتا۔ ہر وہ سزا جس سے آدمیت کی توہین ہو جائز نہیں۔ زیرِ نظر مقالہ قیدوبند کے اسلامی ووضعی تصور کے بیان پر مشتمل ہے جس میں قید سے متعلق شرعی احکام کے ساتھ ساتھ وضعی قوانین کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز قیدوبند کے سلسلے میں جیل کی اصلاح کے لیے تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں اور بعض مسائل میں موجود قوانین کی صورت حال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

انگریزی میں قید یا جیل کے مفہوم کو بیان کرنے کے لیے Prison کا لفظ آتا ہے جس کے معنی جرائم کے مرتکب افراد کو قید کرنے کی عمارت یا زیرِ حراست یا قید و بند کی جگہ کے ہیں۔[1] عربی زبان میں قید و جیل کے لیے لفظ" السجن "ہے جس کی جمع مسجون ہے۔ السجان کے معنی داروغہ کے اور السجین کے معنی قیدی کے ہیں۔[2] اس لحاظ سے قید خانہ اور جیل سے مراد ایسی عمارت یا جگہ ہے جہاں مجرموں، قانون شکن افراد اور سزا یافتہ اشخاص کو محبوس رکھا جاتا ہے۔

قید و بند کی اسلامی تاریخ

حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں معاصر نوعیت کے جیل خانوں کا وجود نہ تھا۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں اتنا کیا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ عرصہ کیلئے لوگوں سے ملنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھنے دیے جائیں۔ مجرم کو ایک گھر یا مسجد میں بند کر دیا جاتا اور اس کے مخالف کو متعین کر دیا جاتا کہ وہ مجرم کو لوگوں سے ملنے نہ دے۔ عہدِ رسالت ﷺ میں مجرموں کو محبوس کرنے کے لیے کوئی قید خانہ نہ تھا۔[3] خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مملکت کا دائرہ وسیع ہوا تو آپ نے ملکی انتظام و انصرام کے سلسلہ میں جو انقلابی اقدامات اٹھائے ان میں سے ایک نمایاں اقدام جیل خانہ کی ایجاد ہے۔ مولانا شبلی نعمانی کے مطابق حضرت عمر کی ایجاد ہے کہ جیل خانے بنوائے ورنہ ان سے پہلے عرب میں جیل خانے کا نام ونشان نہ تھا۔ حضرت عمر نے پہلے مکہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا۔ پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے۔ جیل خانہ تعمیر ہونے کے بعد بعض سزاؤں میں تبدیلی ہوئی۔ مثلاً ابو محجن ثقفی بار بار شراب پینے کے جرم میں قید ہوئے تو آخری دفعہ حضرت عمر نے ان کو حد کی بجائے قید کی سزا دی۔[4]

قید و بند سے متعلق اسلام کی فقید المثال ہدایات

اسلام ایسا دین ہے جس میں بنی نوعِ انسانی کے لیے ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل موجود ہے۔ اب وضاحت طلب بات یہ ہے کہ دین کس چیز کو کہتے ہیں؟ اس سوال کا مکمل اور جامع جواب زبانِ نبوت سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ. قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِاَءِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔[5]

تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی ہے۔ پوچھا کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ، اس کی کتاب، رسول ﷺ، مسلم ائمہ اور عام لوگوں کے لیے۔

محدثین کرام نے مذکورہ حدیث کو جوامع الکلم میں شمار کیا ہے۔ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اس حدیث کے مضمون سے باہر رہ گیا ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حدیث میں اللہ، کتاب، رسول، ائمہ و پیشوا اور عام مسلمانوں کے ساتھ خلوص و وفاداری کو دین کہا گیا ہے۔ عام مسلمانوں کے ساتھ خلوص و وفا یہ ہے کہ ان کی ہمدردی و خیر خواہی کا پورا خیال رکھا جائے، ان کے نفع و نقصان کو اپنا نفع و نقصان سمجھا جائے۔ جائز اور ممکن خدمت سے دریغ نہ کیا جائے۔ الغرض علی فرق مراتب ان کے عظمت و شفقت اور خدمت و تعاون کے جو حقوق مقرر ہیں انہیں ادا کیا جائے۔[6] بعثت انبیاء کا ایک بڑا مقصد قیامِ عدل و انصاف اور حقوق انسانی کی حفاظت ہے۔ قید و بند کے اسلامی احکام انہی حقوق کا ایک حصہ ہیں۔ آئندہ سطور میں جائزہ لیا جاتا ہے کہ اسلام نے ان بنیادی حقوق کی حفاظت و پاسداری کی ضمانت کس حد تک دی ہے؟ سب پہلے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے موجودہ دستور 1973ء میں بنیادی حقوق سے متعلق شخصی آزادی کے تحفظ کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا موجودہ دستور اور شخصی آزادی کا تحفظ

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973ء کے دستور کا دوسرا حصہ بنیادی حقوق سے متعلق ہے۔ بنیادی حقوق سے یہ تصریح ملتی ہے کہ کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے کہ قانون اجازت دے۔ گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ کے متعلق اس دستور میں درج ہے کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو مذکورہ گرفتاری کے وجود سے جس قدر جلدی ہو سکے آگاہ کیے بغیر نہ نظر بند رکھا جائے اور نہ اسے پسند کے قانون دان سے مشورہ اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔ ہر شخص جسے گرفتار اور نظر بند رکھا گیا ہو مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹے کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہو گا۔[7] مملکت پاکستان کا یہ دستور شخصی آزادی کے تحفظ کے ضمن میں اسلام کے زریں اور سنہری اصول اور اس کی دلنشیں ہدایات و تعلیمات کا آئینہ دار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پورے خلوص اور دیانت داری سے آئین کے ان آرٹیکلز پر عمل ممکن بنایا جائے۔

اسلام میں شخصی آزادی کا تحفظ

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو آزاد پیدا کیا ہے۔ آزادی کی جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہے اسے کوئی فرد، ادارہ یا کوئی صاحب حیثیت و اختیار ہستی ختم نہیں کر سکتی۔ اس بات کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے:

مَاكَانَ لِبَشَرٍاَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْاعِبَادًالِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[8]

کسی انسان کو زیبا نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ۔

احکامِ الٰہی کی روشنی ہی میں انسان کے فعل کا مواخذہ کیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں کسی شخص کو بدوں سماعت مقدمہ سزا نہیں دی جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک واقعہ شخصی آزادی کے تحفظ کیلئے کافی ہے کہ بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ میرے پڑوسیوں کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے خطبہ کی وجہ سے دو مرتبہ تو ان کے سوال کی طرف توجہ نہ فرمائی لیکن انہوں نے پھر کچھ کہا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے پڑوسیوں کو رہا کر دو۔[9] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی شخصی آزادی کے تحفظ کی زریں مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص کے معزز فرزند نے جب ایک قبطی کو بلاوجہ مارا تو خود اس قبطی کے ہاتھ سے مجمع عام میں سزا دلوائی اور عمرو بن العاصؓ اور ان کے بیٹے کی طرف مخالف ہو کر تنبیہ فرمائی کہ تم لوگوں نے آدمیوں کو غلام کب سے بنا لیا جنہیں ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا۔[10] معلوم ہوا کہ اسلام شخصی آزادی کا پرزور داعی اور حامی ہے۔

بدگمانی اور الزامات کی بنا پر قید کا عدم جواز

بدگمانی اور الزامات کی بنا پر کسی شہری کو قید میں نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ بدگمانی ایک قسم کا جھوٹا وہم ہے جس میں بدگمان شخص کو دوسروں میں خامیاں اور بدنیتی ہی معلوم ہوتی ہے۔ بدگمانی سے معاشرے میں نفرت اور عداوت پھیلتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام ظاہری طور پر وجود میں آنے والے جرائم اور خلاف ورزیوں پر شہریوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں بدگمانی سے بچنے کی تاکید کی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا۔[11]

مومنو! زیادہ گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کیا کرو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کسی فرد کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی شہری کو بے بنیاد الزامات کی بناپر پابندِ سلاسل کرے حتی کہ سربراہ حکومت بھی شبہات کی بناپر شہریوں کو جیل نہیں بھیج سکتا۔ اگر حاکم وقت جھوٹی خبروں اور افواہوں کی بنیاد پر پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کردے تو ریاستی نظام منہدم ہو جائے۔ اسی خطرے کے پیش نظر آپ ﷺ نے اس بنیادی اصول کو بیان فرمایا ہے:

إن الأمير إذاابتغى الريبة في الناس أفسدهم۔[12]

جب امیر اپنی رعایا میں شک کی باتیں ڈھونڈنے لگے تو وہ انہیں بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔

قاضی ابو یوسف کے ایک قول سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محض الزام کی بنیاد پر کسی شخص کو قید نہیں کیا جاسکتا۔ امام موصوف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ:

یہ جائز نہیں کہ کسی کو صرف اس لیے قید میں ڈال دیا جائے کہ دوسرے نے اس پر تہمت لگا دی ہے۔ آپ ﷺ تہمت کی بناپر لوگوں سے مواخذہ نہیں کرتے تھے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کو ایک جگہ حاضر کیا جائے اگر مدعی دعویٰ کے حق میں گواہ پیش کرسکے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے ورنہ مدعی علیہ سے ایک آدمی کی ضمانت لے کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ اگر مدعی اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرتا ہے (تو دوسری بات ہے) ورنہ اس شخص سے تعرض نہ کیا جائے گا۔[13]

اسلام شہریوں میں اعلیٰ کردار و اوصاف پروان چڑھانے کی پرزور حمایت کرتا ہے۔ وہ اس بات کو لازمی قرار دیتا ہے کہ ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں شک وشبہ سے کام لینے کی بجائے حسن ظن اور اعتماد ویقین کی راہ اختیار کی جائے۔ اسباب سزا دینے کے نہیں بلکہ برات وخلاصی کے ڈھونڈنے چاہئیں کیونکہ ایک شہری کو معاف کر دینے میں غلطی کر جانا اسلام کے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اس کو سزا دینے میں غلطی کی جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ادرءوا الحدود عن المسلمين مااستطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام ان يخطى في العفو خيرمن ان يخطى في العقوبة۔[14]

جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں سے حدود کو دور رکھو۔ اگر اس کے لیے کوئی راہ نکلے تو راہ چھوڑ دو کیونکہ امام کا معافی میں غلطی کرجانا سزا میں غلطی کر جانے سے بہتر ہے۔

اسی مفہوم کی حامل ایک اور حدیث ہے جس میں حتی الوسع شبہ کی بناپر حدود کو رفع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[15] آپ ﷺ کے ان فرامین سے واضح ہے کہ اسلام اپنے شہریوں کو محض شکوک و شبہات، من گھڑت الزامات اور بدگمانی کی بنیاد پڑ قید اور سزا دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر ایک اسلامی ریاست سے یہ توقع کرنا بھی خام خیالی ہے کہ وہ اپنی حدود میں رہنے والے افراد پر جرم ثابت کیے بغیر دست درازی کا سوچ بھی سکے۔ ثبوتِ جرم کے بغیر قید کی زیادہ سے زیادہ گنجائش تفتیش اور عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کی حد تک ہے جہاں ملزم کو اپنی صفائی کا پورا موقع میسر ہو۔ اگر جرم ثابت نہ ہو تو فوری رہائی اس کا حق ہے۔

جسمانی ریمانڈ میں توسیع اور جبر و تشدد سے اعتراف جرم

ملزموں کے جسمانی ریمانڈ میں توسیع کرکے جبر و تشدد اور ظلم وزیادتی سے اعتراف جرم کرانے کی بھی اسلام اجازت نہیں

دیتا کیوں کہ اکثر ملزم جسمانی تشدد سے خائف ہو کر اقرار جرم کر لیتے ہیں۔ حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو بھوکا رکھا جائے یا ڈرایا جائے یا قید میں بند رکھا جائے اس سے بعید نہیں کہ اپنے خلاف کسی جرم کا اقرار کر لے۔[16] جس شخص پر چوری یا کسی دوسرے جرم کے ارتکاب کا شبہ ہو اسے مارنا پیٹنا یا ڈرانا دھمکانا نہیں چاہیے۔ جس شخص کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو وہ اگر چوری، قتل یا کسی قابل حد جرم کا اقرار کر لے تو اس کا اقرار ناقابل اعتبار ہو گا اور کسی طرح جائز نہ ہو گا کہ اس کی بنا پر اس کا ہاتھ کاٹا یا مواخذہ کیا جائے۔[17] ان تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ جبر و تشدد اور مار پیٹ سے اعتراف جرم کرا کر کسی شہری کو قید میں نہیں ڈالا جا سکتا اور نہ ہی اسے کوئی سزا دی جا سکتی ہے جب تک اسے اسلام کے معروف عدالتی طریقہ کار کے مطابق مجرم قرار نہ دیا جائے۔

قیدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی ممانعت

اسلامی قانون کی نظر میں مسلم و غیر مسلم، حاکم و محکوم، امیر و غریب اور مزدور و آقا سب برابر ہیں۔ اسلامی ریاست میں قانون کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ ایک عام آدمی سے لے کر رئیس مملکت تک تمام افراد قانون کی نظر میں مساوی ہیں اور قانون کے تابع ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ۔[18]

اے رسول ﷺ! لوگوں کے مابین اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کریں اور اس قانون کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

ایک اور مقام پر اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف جانے والوں کو سخت ذلت کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔[19] مذکورہ آیات سے واضح ہے کہ اسلام نے عدالتی معاملات میں ہر فرد کے درمیان ترازو برابر رکھا ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق حدود اللہ کے نفاذ میں بلا تفریق قریب بعید سب برابر ہیں اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔[20] عہد نبوی ﷺ کا واقعہ مشہور ہے کہ قریش کی ایک مخزومی عورت نے چوری کی۔ لوگوں کو فکر ہوئی کہ اگر اسے سزا ہو گئی تو ہماری جگ ہنسائی ہو گی۔ انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آمادہ کیا کہ وہ آپ ﷺ سے سفارش کریں۔ جب حضرت اسامہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا مافی الضمیر بیان کیا تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنما أهلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد۔ وايم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها۔[21]

تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی معزز چوری کرتا تو اسے معاف کر دیتے اور جب کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ بخدا! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا۔

تاریخ اسلامی کے بیان کردہ روشن باب سے عیاں ہے کہ قیدی عام ہو یا سیاسی، معزز ہو یا ادنیٰ، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا رعایا سب کے لیے ایک ہی قانون اور عدالت ہے۔ تمام کو ایک ہی عدالتی طریقہ کار کے ذریعے سزا دی جائے گی۔ کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

جیل میں کلاس اے اور بی کا تصور

اسلام میں شرافت کی کسوٹی صرف دین اور تقویٰ ہے۔ اس کسوٹی پر لوگوں کو جانچنا اور ان کے شریف و رذیل کے درمیان امتیاز کرنے کا حق اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ باطنی امور میں دخل کا اختیار کسی فرد گروہ اور ریاست کو حاصل نہیں۔ اسلامی ریاست کی

تمام پالیسی ظاہری حالات پر مبنی ہوتی ہے۔اس وجہ سے وہ اپنے ہر شہری کو جو شہریت کی شرائط پوری کر رہا ہے معاشرتی مرتبہ کے لحاظ سے ایک ہی درجے میں رکھتی اور اسی حیثیت سے اس کے ساتھ معاملہ کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع میں نسل، وطن، زبان اور رنگ کی تفریق کو یہ کہہ کر مٹایا کہ:

ایھاالناس ان ربکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ۔[22]

لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو سیاہ پر یا کسی سیاہ کو گورے پر سوائے تقویٰ کے کوئی برتری نہیں۔

فتوحات عراق کے سلسلہ میں ایک جگہ مقامی باشندوں نے سپہ سالار فوج حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں کوئی خاص کھانا بطور تحفہ بھیجا اور کہا کہ یہ خاص آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کیا تم نے اس قسم کی ضیافت فوج کی بھی کی ہے؟ جواب ملا کہ نہیں۔ یہ سن کر انہوں نے ان کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کیا اور فرمایا:

لاحاجةلنا فيه بئس المرءأبوعبيدةإن صحب قومامن بلادهم استأثر عليهم بشيء۔[23]

ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ تب تو ابو عبیدہ برا آدمی ہوگا جو اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر آئے پھر جب کچھ حاصل ہو تو اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے۔

بعد ازاں آپ نے وہ کھانا واپس کر دیا۔ مذکورہ نصوص سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی معاشرے کے تمام افراد کی معاشرتی و سماجی حیثیت بالکل مساوی ہوتی ہے۔ اسی اصول مساوات کی بنا پر ریاست تمام شہریوں کو برابری کی بنیاد پر وہ تمام حقوق عطا کرتی ہے جن کے وہ ازروئے شریعت مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ان حقوق کی فراہمی میں شہریوں کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔ اسلام کے اس اصول مساوات کو مد نظر رکھتے ہوئے جب قیدیوں کو فراہم کردہ امتیازی سہولتوں اور رعایتوں کے مجوزہ تصور یعنی کلاس اے اور کلاس بی پر نظر کی جائے تو یہ اسلامی قوانین سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ اسلام اس امتیازی سلوک کو کسی صورت بھی جائز نہیں ٹھہراتا کہ کچھ مجرم اپنی شان و شوکت، مال و دولت، حسب و نسب اور عہدہ کی بنیاد پر جیل میں کلاس اے اور کلاس بی کی عمدہ، فرحت بخش، آرام دہ اور پر سکون سہولتوں سے لطف اندوز ہوں اور کچھ مجرم اپنے ذاتی تنزل، مال و دولت اور عہدہ و اختیار کی کم مائیگی کی بدولت ان سہولتوں محروم رہیں بلکہ ان کے ساتھ انسانیت سوز سلوک روا رکھا جائے۔ دراصل معاصر معاشرے کے جیل خانوں میں مروجہ کلاس اے اور کلاس بی کا تصور استعمار پسند انگریزوں کا رائج کردہ نظام ہے جنہوں نے اس خطے پر اپنے اقتدار کے دوران اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے لاگو کر رکھا تھا۔ اسلامی ریاست میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام میں سربراہ ریاست سے لے کر عامۃ الناس کے حقوق مساوی ہوتے ہیں۔ کلاس اے اور بی کا تصور اسلامی عدل و مساوات کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ[24]

یقیناً اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

اسلامی ریاست اور عدلیہ کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام قیدیوں کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے۔ جیل میں کلاس اے اور کلاس بی کا فرق شہریوں کے درمیان اعلیٰ و ادنیٰ کی واضح تمیز جبکہ عام قیدیوں کے لیے کلاس سی کی سہولتیں انسانیت کی

تذلیل کے مترادف ہیں۔ فرقِ مراتب کا یہ لحاظ بالکل غیر شرعی ہے۔ البتہ تعزیر کے معاملے میں فرق اور مراتب کی گنجائش اسلام میں موجود ہے جبکہ تعزیر اصلاح کے لیے تادیب اور زجر ہو۔ امام الماوردی اس موضوع پر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی تادیب اسفل طبقہ کے لوگوں سے خفیف ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بڑے لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو۔ لہٰذا تادیب میں فرق مراتب کا لحاظ ضرور رکھا جائے اگرچہ حدود معینہ میں سب مساوی ہیں۔ پس بڑے رتبے والے کی تعزیر یہ ہے کہ اس سے اعراض کیا جائے۔ اس سے کم رتبہ کی یہ ہے کہ اس سے ناک چڑھائی جائے۔ اس سے کسی کم رتبہ کی یہ ہے کہ اس کو جھڑکا اور بُرا بھلا کہا جائے جس میں تہمت یا گالی نہ ہو۔ اس سے کم رتبہ ہوں تو قید کی سزا دی جائے۔[25]

قید بامشقت کا تصور

قیدیوں سے مشقت کرنے کے سلسلے میں اسلام یہ اصول مہیا کرتا ہے کہ ہر قیدی کی جسمانی طاقت کے مطابق اس سے مشقت کرائی جائے۔ کسی قیدی پر اس کی طاقت سے زیادہ مشقت کا بوجھ ڈالنا سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ اس اصول کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔[26]

اللہ کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔[27]

اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔

قرآن حکیم کے ان احکامات سے بخوبی واضح ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرنے پر قید کر دیا جائے تو جیل میں اس سے مشقت اس حد تک کرائی جا سکتی ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہو۔ استطاعت سے زیادہ مشقت کرانا ظلم کے زمرے میں آتا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد ہے:

من يشاقق يشقق الله عليه يوم القيامة۔[28]

جس نے کسی کو مشقت میں ڈالا اللہ بروزِ قیامت اسے مشقت میں ڈالے گا۔

اساریٰ بدر کے معاملہ میں پڑھے لکھے قیدیوں کو بطور فدیہ دس مسلم بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا اسی قبیل سے تھا۔ نیز اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی قیدی ہنر مند ہو تو اس سے اس ہنر کی مشقت لی جا سکتی ہے تاہم اس میں بھی اس کی استطاعت اور وسعت کا خیال رکھنا لازم ہو گا۔

قیدیوں کا مخصوص لباس

انگریزوں نے اپنے دورِ اقتدار میں قیدیوں کی تذلیل و رسوائی کی خاطر ان کیلئے ایک مخصوص قسم کا لباس تیار کیا جو جیل خانوں میں قیدیوں کو پہنایا جاتا تھا۔ ان کے اقتدار کے خاتمے کے بعد بھی یہ مخصوص لباس ابھی تک اپنی سابقہ شکل و کیفیت سے ملتا جلتا قیدیوں کو فراہم کیا جاتا ہے۔ اسلام انسانیت کی اس طرح حقارت و تذلیل کو جائز نہیں ٹھہراتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔[29]

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

اسلام نے انسان کو جو عظمت اور مرتبہ عطا کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہر انسان دوسرے سے عزت واحترام سے پیش آئے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد کا مفہوم ہے کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اس میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ سے احسان سے پیش آئے۔[30] قرآن وحدیث کے ان احکام سے عظمتِ انسانی واضح ہوتی ہے۔ انسان کی اسی عظمت کا تقاضا یہ ہے کی جیل میں قیدیوں کے ذلت آمیز خصوصی لباس کو ختم کیا جائے اور انہیں عام لباس مہیا کیا جائے کیونکہ کسی غلطی یا گناہ کی وجہ سے تذلیل جائز نہیں ہوسکتی۔ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد جیل میں تذلیل آمیز خصوصی لباس انسان کو اپنے اصل مقام ومرتبہ سے گرانے کے مترادف ہے۔

جیل میں قیدیوں کی سزا کی کیفیت

جیل میں قیدیوں کو انسانیت سوز سزا دینے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ سزا اس قسم کی ہونی چاہئے جس سے قیدیوں کی اصلاح ہو اور وہ اپنے جرائم پر نادم ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قاضی کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ کسی قیدی کو قرضہ کے عوض مارے، جکڑے، بیڑی ڈالے، طوق پہنائے، اس کے ہاتھ پاؤں باندھے، اس کو برہنہ کرے اور دھوپ میں کھڑا کرے۔[31] حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے جیل حکام کو قیدیوں کی سزا کے متعلق جو فرمان جاری کیا تھا اس میں یہ حکم بھی شامل تھا کہ تمہارے قید خانوں میں جو مسلمان قیدی ہوں انہیں اس طرح باندھ کر نہ رکھو کہ وہ کھڑے ہو کر نماز نہ ادا کر سکیں۔ قتل کے مجرموں کے علاوہ کسی قیدی کو رات بھر بیڑیوں میں نہ رکھا جائے۔ صدقہ کی مد سے ان کے لیے اتنا روزینہ مقرر کر دو کہ روٹی سالن کے لیے کافی ہو۔[32] گویا کہ سزا کی کیفیت ایسی ہو جس کی بدولت وہ اصلاح کی جانب مائل ہوں نہ کہ متنفر ہو کر مزید سنگین جرائم کی راہ اختیار کرلیں۔

خوراک، رہائش اور دیگر ضروریات کی بطریقِ احسن فراہمی

قیدیوں کی خوراک، رہائش اور صحت وتندرستی کا مناسب خیال بہت ضروری ہے۔ ان ضروریات سے غفلت اور لاپرواہی برتنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔[33]

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔

قرآن مجید کا کھانا کھلانے کا یہ حکم جنگی قیدیوں اور دیگر قیدیوں کے لیے عام ہے۔ خوراک کے علاوہ صاف ستھری اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق رہائش بھی لازمی چیز ہے۔ اسلام صحت وصفائی اور طہارت وپاکیزگی پر بہت زور دیتا ہے۔ قرآن میں حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔[34]

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں اور گندگی سے دور رہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے بھی طہارت ونظافت کو ایمان کا ایک بڑا حصہ قرار دیا ہے۔[35] بیان کردہ نصوص سے واضح ہے کہ اسلام نے قیدیوں کی بنیادی ضروریات یعنی عمدہ خوراک اور صاف ستھری رہائش کی فراہمی کیلئے جامع اصول فراہم کیے ہیں۔ قیدیوں کیلئے متوازن غذا اور فرحت بخش خوراک ان کی صحت وتندرستی کیلئے ناگزیر ہے۔ قید کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں رہائش سے بھی ان کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ قیدیوں کی صحت وتندرستی کو قائم دائم رکھنے کی خاطر مناسب غذا اور رہائش کا بندوبست اسلام کے نزدیک اولین اہمیت کا حامل ہے۔

قیدی رشتہ داروں کے درمیان جدائی ڈالنے کی ممانعت

انتہائی قریبی رشتوں میں اسلام اس بات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے کہ ان کے درمیان فرقت اور جدائی ڈالی جائے۔مثال کے طور پر اگر ماں سے کوئی جرم سرزد ہو تو اس کی معصوم اولاد سے اس کی فرقت درست نہیں۔اس امر کا اشارہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے ملتا ہے کہ:

من فرق بين الوالدةوولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة۔[36]

جوماں اوراس کی اولاد کے مابین جدائی ڈالے بروزِ قیامت اللہ اس کے اوراحباب کے مابین جدائی ڈالے گا۔

یہ حدیث پاک اگرچہ جنگی قیدیوں کے متعلق ہے تاہم اسلام کے رحمتِ عامہ کے اصول کے حوالے سے اس کا اطلاق عام قیدیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔اسی اصول کی بنا پر اسلام قیدیوں کو یہ حق بھی عطا کرتا ہے کہ ان کے رشتہ دار، دوست احباب اور پڑوسی قید کے دوران ان سے میل جول اور ملاقات کر سکیں۔ اس سلسلے میں اسلام کسی رکاوٹ اور پابندی کو جائز نہیں ٹھہراتا۔ فتاوی عالمگیری میں قیدیوں سے عزیز واقارب کی ملاقات کے متعلق یہ تصریح ملتی ہے کہ قیدیوں کے پاس اہل وعیال اور پڑوسیوں کو جانے سے منع نہ کیا جائے لیکن وہاں دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو گی۔[37]

قیدیوں کو رشتہ داروں کی وفات پر تجہیز و تکفین میں شرکت کی اجازت

قانونِ اسلامی کی رو سے قیدیوں کو اپنے قریبی رشتہ داروں کی وفات پر ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کرنے کی اجازت ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر قیدی کا والد یا بچہ مر گیا اور وہاں کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہیں تو قیدی کو قاضی قید خانہ سے جانے کی اجازت دے کہ وہ تجہیز و تکفین کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ قیدی سے کفیل لے کر اس کو والدین کے اور ایسے بزرگوں یا اولاد کی نماز جنازہ کے لیے جانے کی اجازت ہو گی البتہ اجنبی یا اغیار کے لیے نہ جانے دیا جائے۔ بعض نے کہا ہے کہ والدین، اجداد، جدات اور اولاد کے جنازہ کے واسطے نکالنے میں ڈر نہیں ہے اور ان کے سوا کے واسطے نہ نکالا جاوے اور فتوی اس پر ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے لیے ضمانت لے کر جانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔[38]

لاوارث قیدیوں کی تجہیز و تکفین

قید خانوں میں ایسے قیدیوں کا ہونا ممکن ہے جن کا کوئی وارث یا نگران نہ ہو۔ایسے لاوارث قیدیوں کی وفات پر اسلامی ریاست ان کی وارث اور ان کی اموات اپنی ذمہ داری نبھانے کی پابند ہے۔امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قیدی مر جائے اور اس کا کوئی سرپرست نہ ہو تو اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام بیت المال سے کیا جائے اور اس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفن کر دیا جائے۔[39]

حاصل و نتائج بحث

نصوص شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے قانون کی اطاعت و تابعداری سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں اور معاشرے میں فساد پھیلانے کے مرتکب ہوں تو ان کی اصلاح و تادیب اور معاشرتی امن و سکون کو قائم رکھنے کی غرض سے ضروری ہے کہ ان قانون شکن افراد کو قید و بند کی صعوبت میں ڈال دیا جائے تاکہ معاشرہ ان کے شر اور فساد سے محفوظ رہ سکے۔ اسلام میں قید کی سزا کا قانون عدل و انصاف پر مبنی اور اس میں انسانی فطرت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ فساد کرنے والے کو اس کے فساد کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے۔ قانونِ اسلامی کی رو سے قید کی سزا کا اصل مقصد انصاف اور اصلاح ہے۔ اگر قانون شکن افراد کو معاف کر دینے سے اصلاح ہوتی

ہو تو معاف کرنا بہتر ہے اور اگر معاف کرنے سے معاشرہ میں بگاڑ اور فساد ہوتا ہو تو سزا دینا ضروری ہے تاہم اس سزا میں انہیں وہ تمام بنیادی انسانی حقوق حاصل ہوں گے جس کے وہ ازروئے انسانیت حقدار ہیں۔ ہر ایسا امر یا رویہ جو انسانی تذلیل یا تحقیر پر مبنی ہو، جس سے بنیادی حقوق پر زد پڑتی ہو یا جس کی بدولت ان سے نفرت و حقارت کا امکان ہو اسلام کی رو سے درست نہ ہو گا۔ مجرموں کی اصلاح ایسی مصروفیات سے متعلق ہے جو مجرموں کو قانون کا پابند شہری بننے میں تبدیل کر سکے اور اس میں جیلوں کے اندر تعلیمی کورسوں کا اجراء شامل کیا جاسکتا ہے۔ فنی مہارت کی تعلیم، ماہر نفسیات کی مشاورت یا سماجی کارکن کی خدمات سے اصلاح کی امید کی جاسکتی ہے۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

حواشی وحوالہ جات

1 **The Oxford Guide to the English Language** (Oxford: University Press, 2019), P. 458.

2 لوئس معلوف، **المنجد**، (کراچی: دارالاشاعت، 1999ء)، ص 459۔

3 حسن ابراہیم، **النظم الاسلامیة**، مترجم: مسلمانوں کا نظم مملکت از علیم اللہ صدیقی، (دہلی: ندوۃ المصنفین، 2001ء)، ص 303۔

4 شبلی نعمانی، علامہ، **الفاروق**، (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 2010ء)، ص 228۔

5 مسلم، ابن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الایمان، باب الدین النصیحة، رقم الحدیث: 196۔

6 نعمانی، منظور احمد، **معارف الحدیث**، (کراچی: دارالاشاعت، 2001ء)، 1/166۔

7 صابری، مسعود الحسن، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان**، (لاہور: نیو بک پیلس، 2015ء)، ص 89۔

8 سورۃ آل عمران 3:79۔

9 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **السنن**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب القضاء، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ، رقم الحدیث: 3631۔

10 شبلی نعمانی، **الفاروق**، ص 369۔

11 سورۃ الحجرات 49:21۔

12 الخطیب التبریزی، محمد بن عبد اللہ، **مشکوۃ المصابیح**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2019ء)، کتاب الامارۃ والقضاء، رقم الحدیث: 3708۔

13 صدیقی، محمد نجات اللہ، **اسلام کا نظام محاصل**، (کراچی: مکتبہ چراغ راہ، 1998ء)، ص 491۔

14 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، رقم الحدیث: 1424۔

15 ابن ماجۃ، محمد بن یزید القزوینی، **السنن**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن ودفع الحدود بالشبهات، رقم الحدیث: 2545۔

16 صدیقی، **اسلام کا نظام محاصل**، ص 491۔

17 ایضاً، ص 490۔

18 سورۃ المائدۃ 5:48۔

19 سورۃ المجادلۃ 58:20۔

20 ابن ماجۃ، **السنن**، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود، رقم الحدیث: 2540۔
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

21 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد، رقم الحدیث: 6788۔

22 شبلی نعمانی، مولانا، **سیرت النبی ﷺ**، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2020ء)، 2/212۔

23 ہیکل، محمد حسین، **الفاروق عمر**، (لاہور: مکتب مرکزی انجمن خدام القرآن، سن ندارد)، 2/112۔

24 سورۃ النحل 16:90۔

25 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، **الاحکام السلطانیۃ**، مترجم: سید محمد ابراہیم، (لاہور: قانونی کتب خانہ، سن ندارد)، ص 491۔

26 سورۃ البقرۃ 2:286۔

27 سورۃ البقرۃ 2:185۔

28 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاحکام، باب من شاق شق اللہ علیہ، رقم الحدیث: 6733۔

29 سورۃ بنی اسرائیل 17:70۔

30 التبریزی، **مشکوٰۃ المصابیح**، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، رقم الحدیث: 4998۔

31 جماعۃ، **الفتاویٰ الہندیۃ معروف فتاویٰ عالمگیری**، مترجم: سید امیر علی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، 5/223۔

32 صدیقی، **اسلام کا نظامِ محاصل**، ص 434۔

33 سورۃ الدھر 76:8۔

34 سورۃ المدثر 74:4-5۔

35 مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، رقم الحدیث: 223۔

36 الترمذی، **السنن**، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ الفرق بین الاخوین اوبین الوالدۃ وولدھا، رقم الحدیث: 1283۔

37 جماعۃ، **الفتاویٰ الھندیۃ**، 5/227۔

38 ایضاً، 5/226۔

39 صدیقی، **اسلام کا نظامِ محاصل**، ص 436۔